

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیدائش سے آغاز نبوت تک

(۲)

سفر شام اور بحیرہ رومی راہب کا واقعہ ایک مرتبہ ابو طالب ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ایک روایت کے مطابق ۹ سال اور دوسری روایت کی رو سے ۱۲ سال تھی اور یہی دوسری روایت صحیح ہے۔ جب ابو طالب چلنے لگے تو حضور اُن سے پلٹ گئے اور (ابن سعد کی روایت کے مطابق) آپ نے اُن سے کہا ”چچا جان آپ مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہیں، میری نواہل ہے نہ باپ جو میری دیکھ بھال کرے؟“ اس پر ابو طالب کا دل کچھل گیا اور انہوں نے کہا ”خدا کی قسم میں نہ اسے جدا کروں گا نہ اس سے جدا ہوں گا۔ یہ میرے ساتھ چلے گا۔“ یہ قافلہ جب شام کے علاقے میں بُصری پہنچا اور بحیرہ رومی یا بحیرہ راہب کے صومعہ کے پاس ٹھہرا تو اپنے معمول کے خلاف بحیرہ رومی نکل کر آیا، حالانکہ وہ کبھی کسی قافلے کے لیے اپنے صومعہ سے نہ نکلتا تھا۔ اس نے اس سارے قافلے کے لیے کھانا پکرایا اور دعوت دی کہ سب لوگ کھانے کے لیے آئیں، کوئی پیچھے نہ رہے۔ دعوت کے وقت سب قافلے والے گئے، مگر حضور کو آپ کی کم سنی کے باعث اپنے پڑاؤ میں چھوڑ گئے نہ بحیرہ رومی نے کہا کیا سب لوگ آگئے ہیں، لوگوں نے کہا بس ایک کم سن لڑکا ہے جسے ہم اپنے سامان کے ساتھ پڑاؤ میں چھوڑ آئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں اسے بھی بلاؤ قریش میں سے ایک آدمی نے کمالات اور عزی کی قسم، یہ ہمارے لیے بری بات ہوگی کہ محمد ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ وہ گیا اور آپ کو لے آیا۔ آپ کے آنے کے بعد بحیرہ رومی آپ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور آپ کے بُشرے کا جائزہ لیتا رہا۔ کھانے کے بعد وہ آپ کے پاس آیا اور کہا ”میاں لڑکے میں تم کو لات دُعزی کی قسم دے کر کہت ہوں کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا جواب دو“ حضور نے فرمایا ”مجھے لات دُعزی کی قسم نہ دو، میں اُن سے بڑھ کر کسی چیز سے بغض نہیں رکھتا۔“ اس نے کہا ”اچھا تو اللہ کے واسطے مجھے اُن باتوں کا جواب دو جو میں پوچھوں؟“ آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔ اس کے بعد اس نے آپ کے حالات، آپ کی نیند، آپ کی ہیبت اور دوسرے امور کے متعلق دریافت کیا۔ اور آپ جواب دیتے رہے۔ پھر وہ آپ کے گرد پھر کر آپ کے بچنے کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے

بعد ابو طالب سے اس نے پوچھا کہ یہ آپ کا کون ہے؟ انہوں نے کہا میرا بیٹا ہے۔ بحیرہ نے کہا اس لڑکے کا باپ زندہ نہیں ہو سکتا۔ ابو طالب نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے کہا اس کے باپ کو کیا ہوا؟ ابو طالب نے جواب دیا یہ ابھی بطن ماور میں تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر بحیرہ نے کہا ”اپنے بھتیجے کو اپنے وطن واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اس کو بچاؤ۔ واللہ اگر انہوں نے اس کو دیکھ کر وہ باتیں پہچان لیں جو میں نے پہچانی ہیں تو وہ اس کے ساتھ کوئی شرارت کریں گے۔ کیونکہ تمہارا یہ بھتیجا بڑی عظیم شخصیت کا مالک ہے۔“ چنانچہ ابو طالب نے جلدی جلدی اپنا تجارتی کام انجام دیا اور آپ کو لے کر واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ ہے جس پر مستشرقین نے بہت سے قیاسات کی عمارت اٹھائی ہے اور ان علوم کو جو بعد میں رسول ہونے کے بعد آپ سے ظاہر ہوئے عیسائی راہبوں سے حاصل کردہ معلومات قرار دیا ہے۔ اس پر مزید خود ہما سے ہاں کی بعض روایات بھی ایسی ہیں جو ایک حد تک ان قیاسات کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ دراصل یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ ایک زاہد مرتاض آدمی جس نے مجاہدوں سے اپنی روحانی قوتوں کو نشرو نما دیا ہو، کچھ غیر معمولی برکات کے آثار دیکھ کر عسوس کر لے کہ اس قافلے میں کوئی عظیم شخصیت موجود ہے، اور آپ کو دیکھ کر اسے اپنے اندازوں کی تصدیق ہو گئی ہو۔ لیکن یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے کہ اس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ آپ ہونے والے نبی ہیں۔ حافظ ابو بکر الخضر الطبری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت نقل کی ہے کہ بحیرہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ:

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ
یہ تمام دنیا کا سردار ہے

بیہقی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس نے کہا:

هَذَا رَسُولُ مَابِ الْعَالَمِينَ بَعَثَهُ اللَّهُ

یہ رب العالمین کا رسول ہے جس کو اللہ نے

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

قریش کے شیوخ نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ بحیرہ نے کہا کہ ”جب تم گھاٹی سے گزر کر اس طرف آئے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کر رہا ہو، اور یہ ایک نبی کے سوا کسی کے لیے نہیں جھکتے۔ آگے چل کر اس روایت میں یہ ہے کہ ابو طالب نے اُس کے اصرار پر حضور کو وہیں سے ابو بکر اور بلال کے ساتھ مکہ واپس بھیج دیا۔ اسی طرح ترمذی، حاکم، اور ابن عساکر نے بھی یہ قصہ نقل کیا ہے۔

لیکن اول تو خود اس حدیث میں یہ عجیب بات بیان کی گئی ہے کہ حضور کو حضرت ابو بکر اور حضرت بلال کے ساتھ مکہ واپس بھیجا گیا۔ حالانکہ جب حضور ۱۲ برس کے تھے تو حضرت ابو بکر اس وقت ۱۰ برس کے ہوں گے اور

حضرت بلال کی عمر اس سے بھی کم ہوگی۔ یہ بات کیسے سمجھ میں آسکتی ہے کہ حفاظت کے لیے آپ کو خود آپ سے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ بھیجا گیا ہو۔ پھر حضرت بلال اُس وقت نہ حضرت ابوبکر سے وابستہ تھے نہ بنی عبدالمطلب سے ان کا کوئی واسطہ تھا کہ ابوطالب ان سے کوئی خدمت لے سکتے۔ لیکن سب سے بڑی بات جس کی بناء پر نہ صرف یہ روایت، بلکہ وہ تمام روایات جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے سامنے اور قریش کے لوگوں کے سامنے کسی نے آپ کے رسول یا نبی ہونے کی پیشینگوئی کی تھی اس بناء پر قابل قبول نہیں ہیں کہ وہ صریح قرآن کے خلاف ہیں اور حضور کی رسالت کے بعد کے متواتر اور کثیر و مشہور واقعات کے بھی خلاف پڑتی ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَرْجَوْنَ أَنْ يُبْعَثَ إِلَيْكُمْ
الرِّسَالُ (القصص - ۸۶)

اور اے نبی تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے

کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔

مَا كُنْتُمْ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا
الْإِيمَانُ (الشوری - ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ

یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ یہی کچھ اُن روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ وحی نازل ہونے کے بعد آپ پر کیا کیفیت طاری ہوئی تھی ظاہر بات ہے کہ وہ کیفیت آپ پر طاری نہ ہوتی اگر آپ پہلے سے نبی ہونے کے متوقع ہوتے۔ پھر یہی کچھ اُن کثیر اور متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے اعلان نبوت اور آغاز دعوت کا کیا رد عمل آپ کی قوم کی طرف سے ہوا۔ اگر پہلے سے لوگوں کو بتا دیا گیا ہوتا کہ آپ نبی ہونے والے ہیں تو یہ چیز اُن لوگوں کے لیے خلاف توقع نہ ہوتی اور ان کا رد عمل اس صورت میں اُس سے بہت مختلف ہوتا جو بالکل ایک خلاف توقع معاملہ پیش آنے سے ہوا۔

حربِ فجار | ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضور ۱۴-۱۵ سال کے تھے جب حربِ فجار واقع ہوئی۔ ابن اسحاق ابن سعد اور ابن جریر کا بیان ہے کہ یہ جنگ ۱۵ء عام الفیل میں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر اس وقت ۲۰ سال ہونی چاہیے۔ اس میں ایک فرقہ بنی کنانہ تھے (جن میں قریش بھی شامل تھے) اور دوسری طرف قیس عیلان تھے (جن میں ثقیف اور ہوازن وغیرہ

۱۵ء عام الفیل سے مراد ہے ۶۱۰ء کا سال، یعنی جس سال اصحاب الفیل نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ ایسا غیر معمولی واقعہ تھا کہ اس کے بعد اہل عرب اسی سال سے تاریخوں کا حساب کرنے لگے تھے۔

شامل تھے)۔ جنگ اس بات پر چھڑی تھی کہ نبی ہوازن میں سے عروذۃ ارحال نامی ایک سردار نے نعمان بن منذر کے تجارتی قافلہ کو اپنی امان میں بازار عکاظ جانے کے لیے رہگذر عطا کر دی تھی۔ بنی کنانہ کے ایک سردار براہیل بن قیس نے کہا کیا تو کنانہ کے مقابلہ میں بھی اس کو امان دے رہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں اور تمام دنیا کے مقابلے میں بھی۔ اس پر براہیل کو تاؤ آگیا اور اس نے نجد کے بالائی علاقہ میں تئین کے مقام پر عروذہ کو قتل کر دیا۔ یہ فعل چونکہ حرام مہینے میں ہوا تھا اس لیے اس پر جو جنگ چھڑی اس کو حروب بنجار کا نام دیا گیا۔ قریش ابھی عکاظ کے بازار میں تھے کہ ان کو اس کی خبر پہنچ گئی اس لیے وہ فوراً حرم کی طرف روانہ ہو گئے، مگر قبل اس کے کہ وہ حدود حرم میں داخل ہوتے، ہوازن نے ان کو جالیا اور دن بھر لڑائی ہوتی رہی۔ رات کو قریش حرم کے حدود میں پہنچ گئے اور ہوازن رگ گئے۔ اس کے بعد لڑائیوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے بعض لڑائیوں میں صرف اس حد تک شریک ہوئے کہ جو تیر دشمن کی طرف سے آتے تھے انہیں اٹھا کر آپ اپنے چچاؤں کو دے دیا کرتے تھے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعد میں حضور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس میں اتنا حصہ بھی نہ لیتا تو اچھا ہوتا۔

اس ایک واقعہ کے سوا غزوات نبوی سے پہلے آپ نے کبھی کسی جنگ میں نہ شرکت کی اور نہ آپ کو کسی قسم کا جنگی تجربہ حاصل ہوا۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دامن جاہلیت کی لڑائیوں سے پاک رہا، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دور نبوت کے غزوات میں آپ سے جو عظیم تائیدانہ صلاحیتیں ظاہر ہوئیں وہ سراسر خدا داد تھیں۔ آپ پیشہ ور سپہ سالار نہیں بلکہ پیدائشی سپہ سالار تھے۔

حلف الفضول | حضور ۲ سال کے تھے کہ قبائل قریش نے ایک عہد نامہ کیا جسے تاریخ میں حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ (یعنی اس بات کا معاہدہ کہ فضل اہل فضل کی طرف واپس کیا جائے اور کوئی ظالم مظلوم پر زیادتی نہ کرے)۔ ابن سعد نے اس معاہدہ کی تاریخ ذی القعدہ ۳۳ عام الفیل لکھی ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ زبیر (میں کے ایک قبیلے) کا ایک شخص کچھ تجارتی سامان لے کر مکہ آیا اور اس سے مکہ کے ایک سردار عاص بن وائل نے مال خرید لیا مگر قیمت نہ دی۔ اس نے بنی عبدالدار، بنی مخزوم، بنی جحج، بنی سہم، بنی عدی میں سے ایک ایک کے پاس جا کر فریاد کی مگر سب نے اسے جھڑک دیا اور عاص بن وائل کے مقابلے میں اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ سب طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد وہ صبح کے وقت کوہ ابو قیس پر چڑھ گیا اور اس نے بلند آواز سے آل فہر کو پکار کر اپنی مظلومیت سے آگاہ کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب اٹھے اور انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ اس طرح نہیں چھوڑا جاسکتا۔ پھر انہوں نے بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب، بنی اسد بن عبدالمطلب، بنی زہرہ اور بنی نجیم

کہ عبد اللہ بن مجذعان کے گھر میں جمع کیا (جو حضرت عائشہ کا چچا زاد بھائی تھا) اور وہاں سب نے عہد کیا کہ مکہ میں شہر کا یا یا ہر کا جو شخص بھی منگوم ہوگا اس کی مدد کریں گے اور ظالم سے اس کا حق دلوا کر چھوڑیں گے چنانچہ اس کے بعد سب بل کر عاص کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا سامان واپس لے کر دیا۔

محمد بن اسحاق نے امام زہری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن مجذعان کے ہاں ایک ایسے معاہدہ میں شریک ہوا کہ اگر مجھے سرج اونٹ بھی اس کے بدلے ملتے تو میں اسے چھوڑ کر انہیں قبول نہ کرتا اور اگر آج دیر اسلام میں بھی ایسے کسی معاہدے کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ تجارت میں شرکت | ۲۰-۲۵ سال کی عمر کے درمیان حضورؐ کے وہ جو ہر ساری قوم پر (اور قوم سے مراد یہاں آپ کا قبیلہ قریش ہے) عیاں ہوتے چلے گئے جو بچپن سے اب تک ایک محدود دائرہ میں معلوم و معروف تھے۔ آپ کی شرافت، دیانت و امانت، صداقت شعاری، حسن اخلاق، نیک نفسی، سنجیدگی و دانشمندی، ضبط نفس اور حلم و وقار، عالی حوصلگی اور سردارانہ شان، غرض ایک ایک خوبی نمایاں ہونے لگی جس کی وجہ سے آپ کا غیر معمولی احترام اور اعتماد اور نفوذ و اثر لوگوں میں قائم ہوتا چلا گیا۔ یہی زمانہ ہے جب حضرت خدیجہؓ نے آپ کے ساتھ تجارتی شرکت کا معاملہ کیا۔

حضرت خدیجہؓ قریش میں اپنی عظمت اور پاکیزہ سیرت کی بناء پر طاہرہ کے لقب سے معروف تھیں۔ پوسے قبیلے میں ان کی دانائی اور فہم و فراست اور اخلاق و اوصاف کے لحاظ سے ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ قریش کی کوئی عورت ان سے زیادہ مالدار نہ تھی۔ بسا اوقات قریش کا ادھاقا فلہ صرف ان کے مال پر مشتمل ہوتا تھا۔ پہلے ان کی شادی ابو صالح بن زرارہ تمیمی سے ہوئی تھی جس سے دو بچے پیدا ہوئے اور دو دریاں ان کے درمیان ہو گئے۔ ابو ہالہ کی وفات کے بعد ان کی شادی عقیق بن عابد المخزومی سے ہوئی جس سے ان کی صاحبزادی پیدا ہوئی اور عہد نبوت میں وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اس دوسرے شوہر کی وفات کے بعد وہ بیوہ ہی رہیں۔ قریش کے بہت سے سرداروں نے چاہا کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لیں، مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔ اپنے مال سے وہ تجارت کرتی تھیں اور کسی نہ کسی شخص سے معاملہ کر لیتی تھیں کہ وہ ان کی طرف سے تجارتی قافلوں میں جائے اور مقرر حصہ لے لے۔

انہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور امانت اور بلند اخلاق کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے

آپ سے کہا کہ آپ میرا مال تجارتِ شام لے جائیں، میں دوسروں کو جتنا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس سے زیادہ دوں گی۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔

دوسری روایت جو ابن سعد اور زرقانی نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ابوطالب نے حضورؐ سے کہا: "بھتیجے میں مال دار آدمی نہیں ہوں، ہمارے حالات خراب ہو رہے ہیں، اور ہمارے پاس کوئی مال تجارت بھی نہیں ہے۔ یہ قافلہ جو تمہاری قوم شام کی طرف بھیج رہی ہے اس کے چلنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس میں خدیجہ بھی اپنا مال بعض لوگوں کے ہاتھ تجارت کے لیے بھیجنا چاہتی ہیں۔ اگر تم ان کے پاس جاؤ تو وہ تمہیں دوسروں پر ترجیح دیں گی۔ کیونکہ انہیں تمہاری پاکیزہ سیرت کا حال معلوم ہے۔" حضورؐ نے فرمایا شاید خدیجہ مجھے خود اس کام کے لیے کہلائیں گی۔ ابوطالب نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ کسی دوسرے کو منتخب نہ کر لیں۔ چچا بھتیجے کی یہ گفتگو حضرت خدیجہ تک پہنچ گئی، مگر حضورؐ کا اندازہ بالکل صحیح نکلا، کیونکہ وہ پہلے ہی حضورؐ کو وہ پیغام بھیج چکی تھیں جس کا ذکر اوپر ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے۔

طبقات ابن سعد میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابوطالب نے حضرت خدیجہؓ سے جا کر کہا کہ اے خدیجہ کیا تم پسند کرو گی کہ اپنی تجارت کے لیے کسی اور کی خدمات حاصل کرنے کے بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاملہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ اگر کسی دور کے ناپستیدہ آدمی کے لیے بھی فرماتے تو میں مان لیتی۔ آپ تو ایسے شخص کے لیے کہ رہے ہیں جو جلیلِ قریب ہے۔

غرض حضرت خدیجہؓ سے حضورؐ کی تجارتی معاملہ طے ہو گیا اور انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو آپ کے ساتھ اس تجارتی سفر پر شام بھیج دیا۔ اس سفر میں میسرہ نے حضورؐ کے اخلاق، عادات اور خصائل کی وہ خوبیاں دیکھیں جن سے وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ واپس آ کر اس نے حضرت خدیجہؓ کو تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اس نے آپ کو کیسا پایا۔ تجارت میں بھی حضورؐ نہایت کامیاب رہے اور پہلے جتنا کچھ منافع کما کر دوسرے لوگ ان کو لاکر دیتے تھے آپ نے اس سے دگنا منافع لاکر دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ کو جتنا دینے کا وعدہ کیا تھا اس سے دگنا دیا۔ اس سلسلے میں بھی متعدد روایات ایسی بیان کی گئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ میسرہ کو شام کے ایک راہب نسطور اور ایک دوسرے شخص نے بتایا تھا کہ آپ ہونے والے نبی ہیں اور میسرہ نے یہ بات شام سے واپس آ کر حضرت خدیجہؓ کو بتادی تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، یہ روایات ان صحیح ترین روایات کے بالکل خلاف پڑتی ہیں جو غارِ حرا میں آپؐ پر پہلی وحی کے نزول اور وہاں سے آپؐ کی واپسی اور حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی گفتگو کے متعلق

منقول ہوئی ہیں۔ اُن سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز نبوت کے موقع پر اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی ہونے والے ہیں اسی طرح حضرت خدیجہ بھی پہلے سے اس کی کوئی توقع نہ رکھتی تھیں۔

آپ کا حنظل خدیجہ سے نکاح | مینہرہ جو مکہ سے شام تک اور واپسی پر مکہ تک کے طویل سفر میں شب و روز آپ کے ساتھ رہا تھا اور برہنہ ہوتے آپ کی زندگی کو دیکھ کر آپ کا بندہ بے دام بن چکا تھا، اس سے آپ کے حالات سن کر حضرت خدیجہ نے آپ سے شادی کا عزم کر لیا۔ اگرچہ پہلے بھی وہ آپ سے ناواقف نہ تھیں اور قریش میں آپ کے جو محاسن معلوم عوام ہوتے جا رہے تھے اُن کا چرچا وہ سُن چکی تھیں۔ لیکن اب انہوں نے طے کر لیا کہ حضور سے بہتر شوہر انہیں کوئی نہیں مل سکتا۔ نکاح کا معاملہ کس طرح طے ہوا اس کے متعلق کچھ روایات میں اختلاف ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت خدیجہ نے خود حضور سے براہ راست بات کی اور کہا کہ اے ابن عم آپ سے میری قرابت بھی ہے اور میں آپ کی امانت و صداقت اور حسن خلق اور شرافت نسبی اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے بھی یہ چاہتی ہوں کہ آپ سے شادی کروں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے نکاح کی خواہش ظاہر کرنے سے پہلے اپنی ایک سہیلی نفیسہ بنت مقلبہ کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ کی مرضی معلوم کر لیں۔ نفیسہ کا اپنا بیان یہ ہے کہ میں نے جا کر آپ سے کہا ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ فرمایا ”میرے پاس کیا رکھا ہے کہ میں شادی کروں؟ میں نے کہا ”اس کا انتظام ہو گیا ہے، اور آپ کو ایک ایسی جگہ شادی کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے جہاں جمال بھی ہے، مال بھی ہے، شرف بھی ہے اور قابلیت بھی۔ کیا آپ اسے قبول کریں گے؟ فرمایا وہ کون ہے؟ میں نے کہا خدیجہ۔ فرمایا میری ان سے شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اسے آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میں تیار ہوں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ نے پیغام بھیجا کہ فلاں فلاں وقت آجائے۔ اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو کہلا بھیجا کہ آکر میری شادی کر دیں (حضرت خدیجہ کے والد خویلد کا انتقال ہو چکا تھا)۔ اس طرح ادھر سے عمرو بن اسد اور

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بہن حضرت صفیہ (حضرت زینب کی والدہ) حضرت خدیجہ کی بھانج تھیں۔

۲۔ بعض مصنفین نے بنت اُمیہ لکھا ہے۔

ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں حضرت حمزہ اور ابوطالب کو لے کر پہنچ گئے اور شادی ہو گئی۔ مہر میں حضورؐ نے ۲۰ اونٹ دیئے۔ یہ شادی سفر شام سے حضورؐ کی واپسی کے دو ہفتے ۲۵ دن بعد ہوئی۔ حضورؐ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ ۴۰ سال کی تھیں۔

حضورؐ کی ساری اولاد ماسوائے حضرت ابراہیمؑ کے (جو مار یوسفؑ کے بطن سے پیدا ہوئے) حضرت خدیجہؓ ہی سے تھی۔ ان میں سے دو صاحبزادے تھے اور چار صاحبزادیاں (۱) القاسم جن کی نسبت سے آپؐ ابوالقاسم کہلاتے تھے۔ (۲) عبداللہ جن کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ (۳) حضرت زینبؓ (۴) حضرت رقیہؓ (۵) حضرت ام کلثومؓ (۶) حضرت فاطمہؓ۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون کس سے بڑا تھا۔

ازواجی زندگی | اگرچہ حضورؐ کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر میں ۵ سال کا فرق تھا، لیکن دونوں کے درمیان اتنی محبت تھی کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ تمام عمر ان کو یاد کرتے رہے۔ بخاری میں حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ آپؐ فرماتے تھے: خیر نساء ہاں یحییٰ و خیر نساء ہاخذ یحییٰ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اپنی امت کی بہترین عورت مریم تھیں اور اس امت کی بہترین عورت خدیجہؓ ہیں۔ لیکن مسلم میں یہ روایت دیکھ کے حوالہ سے آئی ہے اور اسے بیان کرتے ہوئے دیکھ نے آسمان و زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وکیع نے یا جن لوگوں سے یہ روایت ان کو پہنچی تھی انہوں نے اس کا مطلب یہ لیا کہ دنیا کی بہترین خواتین یہ دو ہیں۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی پر مجھے اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا، حالانکہ آپؐ سے میری شادی ہونے سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آپؐ کو ان کا ذکر کرتے سنتی تھی، اور جب کبھی آپؐ کوئی

لے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ہماری تحقیق میں وہ تمام روایات غلط ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح ان کے باپ تولید نے پڑھایا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ وہی تباہی روایت یہ ہے کہ تولید کو شراب پلائی گئی اور نشے کی حالت میں اس نے نکاح پڑھا دیا اور ہوش میں آنے کے بعد وہ سخت ناراض ہوا۔ ہمارے نزدیک اہل علم سے جو بات ثابت اور محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ تولید حویہؓ سے پہلے مرچکا تھا اور حضرت خدیجہؓ کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کیا تھا۔

کے بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے مہر میں ۴۰۰ دینار دیئے اور بعض میں ۵۰۰ درہم کا ذکر ہے۔

بکری ذبح فرماتے تو اس میں سے ضرور حضرت خدیجہ کی ملنے والیوں کو ہدیہ بھیجتے تھے۔ بخاری کی ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ کی بہن حضرت صالحہ بنت خویلد اُیں اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی حضور ان کی آواز سن کر تڑپ گئے اور فرمایا اللہم صالحہ (خدا یا یہ ہالہ ہوں) کیونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہ سے مشابہ محسوس ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس پر میں جل گئی اور میں نے کہا ”آپ قریش کی ایک بوڑھی عورت کو اتنا یاد کرتے ہیں جسے انتقال کیے مدت گزر گئی اور اللہ نے آپ کو اس سے اچھی بیوی دیدی۔“ مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ میری اس بات پر حضور کو غصہ آگیا اور میں نے کہا قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آئندہ کبھی ان کا ذکر بھلائی کے سوا کسی طرح نہ کروں گی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ حضور کی صاحبزادی حضرت زینب نے ان کو چھڑانے کے لیے جو ہدیہ بھیجا اس میں حضرت خدیجہ کا ہار بھی تھا جو انہوں نے ابوالعاص سے اُن کی شادی کے وقت زمانہ جاہلیت میں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر حضور پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو ویسے ہی چھوڑ دو اور اس کا قیدی واپس کر دو سب لوگ اس پر راضی ہو گئے اور ابوالعاص قیدی کے بغیر چھوڑ دیئے گئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی گہری محبت تھی جو ان کی وفات کے بعد بھی غم بھر آپ کے دل میں تازہ رہی۔

۱۵ سال حضرت خدیجہ بنت خویلد سے پہلے اور دس سال نبوت کے بعد آپ کی بیوی رہیں نبوت کے دسویں سال ان کا انتقال ہوا جبکہ آپ پچاس سال کے تھے اور وہ ۵۵ سال کی تھیں۔ لیکن آپ نے اپنی ساری جوانی اپنی ایک سن رسیدہ بیوی کے ساتھ گزار دی، اور کسی دوسری عورت کا خیال تک نہ کیا، حالانکہ اُس وقت اہل عرب میں کسی شخص کا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا کسی درجہ میں بھی معیوب نہ تھا اور نہ بیویاں ہی اس میں مانع ہوتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہ کے خاندان سمیت، قریش کے تمام ہی خاندانوں میں ایک ایک شخص کی کئی کئی بیویاں ہونے کی بے شمار مثالیں موجود تھیں۔ اس کے باوجود آپ کا پچاس برس کی عمر تک ایک ایسی بیوی پر قانع رہنا جن کی عمر ۵۵ سال کی ہو چکی تھی اُن تمام محترضین کے لیے عملاً ایک منہ توڑ جواب ہے جو عمر شریف کے آخری دس سالوں میں حضور کی کثرت ازدواج کو معاذ اللہ نفس پر محمول کرتے ہیں۔ آگے چل کر ہم یہ بحث کریں گے کہ عمر کے آخری دور میں وہ کیسا اسباب تھے جن کی بنا پر آپ نے متعدد نکاح کیے۔

خوشحالی کا دور اور آپ کے اخلاقی فضائل کا نمایاں ہونا | حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد حضور کی مفلسی کا دور ختم ہو گیا۔

پہلے دوسروں کے ذریعہ سے تجارت کرتی تھیں جس میں ان کو فائدہ کم ملتا تھا، کیونکہ دوسرے لوگ جس اخلاقی حالت میں مبتلا تھے اُس میں یہ امر کم متوقع ہو سکتا تھا کہ وہ غیر کے مال میں پوری دیانت اور خیر خواہی سے کام لیں گے۔ مگر جب ان کی تجارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے امین اور فرزاندہ شخص کے ہاتھ میں آئی جو فطری خیر خواہی کے ساتھ شوہر ہونے کے باعث بھی اپنی اہلیہ کے حق میں کمال درجہ کے خیر خواہ تھے، تو آپ کی تجارت چمک اٹھی اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پورا ہوا کہ:

وَوَجَدَاكَ عَائِلًا فَاَعْتَمَدْنَا

اور اللہ نے آپ کو غریب پایا پھر غنی کر دیا۔

اس دور میں آپ کی صداقت، امانت، معاملات میں انتہائی راستبازی، سخاوت اور جوہود کم، صلہ رحمی، بیکسوں کی مدد، غریب پروری، اور دانائی و فرزاندگی کے وہ اوصاف تمام قریش اور گردنواح کے قبائل پر عیاں ہو گئے جو پہلے اپنے ظہور کے مواقع نہ پانے کی وجہ سے مخفی تھے۔ اب معاشرے میں بھی آپ کا مرتبہ محض اخلاقی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ مادی حیثیت سے بھی اتنا بلند ہو گیا کہ آپ کا شمار سرداران قریش میں ہونے لگا۔ آپ کے اوپر لوگوں کا اتنا اعتماد قائم ہو گیا کہ وہ اپنی قیمتی امانتیں آپ کے پاس رکھوانے لگے، حتیٰ کہ یہ سلسلہ اُس وقت بھی جاری رہا جب اعلان نبوت کے بعد مکہ کے عوام و خواص آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ اس دشمنی کے باوجود وہ اپنی امانتیں آپ ہی کی حفاظت میں دیتے رہے اور حجت کے وقت آپ کو اپنے پیچھے صرف اس لیے حضرت علیؑ کو چھوڑنا پڑا کہ ہر ایک کی امانت اسے واپس کر کے آئیں۔ یہ اس بات کی کھلی علامت تھی کہ نبوت سے پہلے ہی نہیں، نبوت کے بعد بھی دشمنان اسلام کے دلوں میں آپ کی دیانت و امانت کا نقش بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ اپنے درمیان آپ کو سب سے زیادہ قابل اعتماد آدمی سمجھتے تھے۔

تجارتی معاملات میں آپ اس قدر رکھ رہے تھے کہ ایک صاحب جو زمانہ جاہلیت میں آپ کے شریک تجارت رہ چکے تھے وہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ بہترین شریک تھے۔ کبھی دھوکا نہ دیا، کبھی کوئی چال بازی نہ کی، اور کبھی جھگڑا نہ کیا۔ (ان صاحب کا نام مختلف روایتوں میں مختلف آیا ہے ابن عبد البر نے اسٹیعباب میں قیس بن السائب بن عوفیر مخزومی لکھا ہے۔ مسند احمد کی کسی روایت میں سائب بن عبد اللہ المخزومی بیان کیا گیا ہے اور کسی میں سائب بن ابی السائب۔ تاہم ان مختلف ناموں سے جس کا ذکر کیا گیا ہے اس کا قول یہی ہے کہ میں جاہلیت میں آپ کا شریک تجارت تھا اور آپ کا معاملہ میرے ساتھ وہ تھا جو ادب پر بیان ہوا ہے۔)

(اضافہ از مؤلف)

(باقی)

